خطبۂ افتتاحیہ

از

عالیجناب ڈاکٹر رفیق زکریا

وزیرِ محصولات، شہری ترقیات، سیاحت، پروٹوکول و اوقاف، مہاراشٹرا

بتقریبِ افتتاح

سیماب اکادمی

✲

جمعہ ۱۹ مارچ ۱۹۷۶ء

الماطیفی ہال، صابو صدیق پالی ٹکنک، بمبئی ۸

صدر جلسہ جناب ملّا صاحب،
سیماب اکادیمی کے ارکان،
خواتین و حضرات،

آپ نے مجھے مہمان خصوصی بنا کر جو عزت بخشی ہے، میں اس کے لئے شکر گزار ہوں۔ علامہ سیماب اکبرآبادی کے بارے میں عام طور سے یہ بات کہی گئی ہے اور مجھے اس سے اتفاق ہے کہ وہ غیر معمولی تخلیقی قوتوں کے مالک تھے۔ شاعری ہو یا نثر' ان کا قلم بے تکان چلتا تھا، الفاظ اور خیالات ان کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے رہتے تھے۔ اکادیمی نے سیماب کی تصنیفات و تالیفات کی جو فہرست شائع کی ہے، اسے دیکھ کر یہ بات ماننی پڑتی ہے کہ سیماب کا تخلیقی عمل واقعی بے پناہ تھا۔ ان کی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ تصانیف کی فہرست سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی نظموں اور غزلوں کے کئی مجموعے شائع ہوئے اور کئی شائع ہونے ہیں۔ انہوں نے رباعیاں بھی کہیں اور قطعات بھی، مثنوی مولانا روم کے چھ دفتروں اور قرآن مجید کا مکمل منظوم ترجمہ اردو میں کیا۔ ان کی شاعرانہ اور عالمانہ شخصیت کا اعتراف ان کی زندگی میں بھی ہوا اور ان کی وفات کے بعد بھی۔ سیماب کی، میرے دل میں دو حیثیتوں سے قدر ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ انہوں نے خود اپنے تخلیقی عمل سے زبان و ادب کو مالا مال کیا، دوسرے یہ کہ انہوں نے شعر و ادب سے دلچسپی رکھنے والے بہت سے تعلیم یافتہ نوجوانوں کو اپنے دامن فیض میں لے کر آن کی اس طرح تربیت کی کہ وہ اپنے اپنے علاقوں میں

اور بعض پورے ملک میں مشہور و مقبول ہوئے۔ اکادیمی کے کتابچے میں چند نام دئے گئے ہیں۔ ساغر نظامی سے کون واقف نہیں۔ وہ میرے اچھے دوستوں میں ہیں۔ جو اپنی قومی شاعری کی وجہ سے نمایاں حیثیت کے مالک ہیں۔ ہمارے دوست اعجاز صدیقی ۲۵ سال سے بمبئی میں زبان و ادب کی خدمت میں مصروف ہیں۔ انہوں نے کیا کام کیا ہے، اور کتنا کیا ہے، یہ بھی آپ لوگ جانتے ہیں۔ نازش پرتاب گڑھی سے آپ واقف ہیں۔ مہاراشٹر میں بھی سیماب کے بہت سے شاگرد ہوئے اور ہیں جن میں افسر احمد نگری، طرفہ قریشی کے نام مشہور ہیں۔ شفا گوالیاری کو آپ نے بمبئی کے مشاعرے لوٹتے دیکھا ہی ہوگا۔ شفا، طرفہ اور سیماب کے کئی دوسرے شاگردوں کے بھی بہت سے شاگرد ہوئے۔ چراغ سے چراغ جلنے کی جتنی روشن مثال سیماب کے سلسلے میں ملتی ہے کسی دوسرے سلسلے میں مشکل سے ملیگی۔

سیماب نے اپنی یادگار، ادب اور شعر کا بہت بڑا سرمایہ چھوڑا ہے۔ ایک طرف انہوں نے اتنا زیادہ لکھا اور دوسری طرف اتنی کثیر تعداد میں شاگردوں کی تربیت کی۔ اسی لئے یہ بات بجا طور پر کہی جاتی ہے کہ سیماب اپنی ذات سے ایک انجمن تھے۔ بابائے اردو مولوی عبدالحق نے سیماب کی وفات پر اپنے تاثرات کا اظہار جن الفاظ میں کیا تھا وہ یہ ہیں: «وہ (سیماب) اپنی ذات سے ایک ادارہ تھے۔ وہ بہت پرگو اور خوش گو اور پرمغز شاعر تھے۔ انہوں نے ہر صنف کلام میں طبع آزمائی کی اور جو کچھ لکھا، خوب لکھا۔ ایسے قادرالکلام شاعر اور جدت طراز ہر زبان میں بہت کم ہوتے ہیں۔»

سیماب کی دوسری حیثیت جو بہت اہم ہے، ان کا نظم نگار ہونا ہے۔ جو لوگ سیماب کو غزل کا بڑا شاعر مانتے ہیں ان سے اختلاف نہ کرتے ہوئے ان کو خود سیماب کے الفاظ یاد دلانا چاہتا ہوں۔ وہ فرماتے ہیں: «میں نظم کو غزل پر ترجیح دیتا ہوں۔ غزل اپنی قدامت اور کہنگی کی وجہ سے اب زیادہ کارآمد نہیں رہی۔ غزل میں اجتہاد اور ایجاد کی گنجائش بہت کم ہے۔ مگر نظم کا میدان بہت وسیع ہے۔»

نظمیہ شاعری کی وسعتوں اور اس کی افادیت کا اشارہ ہے، جب خود سیماب کا تخلیقی عمل بنتا ہے تو اس کے نتیجے میں « کار امروز » « ساز و آہنگ » اور « شعر انقلاب » جیسے نظموں کے مجموعے ہمیں ملتے ہیں ۔ ان تینوں مجموعوں پر قومی، وطنی، سیاسی اور اصلاحی رجحان غالب ہے ۔ پروفیسر عبد القادر سَروری نے اپنی کتاب « جدید شاعری » میں لکھا ہے : « آن کی شاعری ایک طرف تو ہندوستانی قوم پرست گروہ اور کانگریس کی علم بردار ہے اور دوسری طرف ایک حیثیت سے اقبال کی قومی اور وطنی شاعری کا تکملہ ۔ »

اقبال بڑے وطن پرست شاعر تھے ۔ ان کی نظمیں، سوامی رام تیرتھ، گرو نانک، رام، ترانۂ ہندی، گوتم بدھ، نیا شوالہ وغیرہ مشہور ہیں ۔ اقبال کا شعر ہے :

مذھب نہیں سکھاتا آپس میں بَیر رکھنا
ہندی ہیں ہم وطن ہے ہندوستاں ہمارا

یا

مسلم و ہندو ایک ہیں دونوں * یعنی دونوں ہی ایشیائی ہیں
ہم وطن، ہم زبان، ہم قسمت * کیوں نہ کہدوں کہ بھائی بھائی ہیں

سچ تو یہ ہے کہ اردو کی نظمیہ شاعری کا ذکر سیماب کی قومی، وطنی اور سیاسی نظموں کے ذکر کے بغیر نامکمل رہیگا ۔ ہر دور میں سیماب کی نظمیہ شاعری قدر کی نگاہ سے دیکھی گئی ہے اور آئندہ بھی دیکھی جائیگی مقدار اور معیار کے اعتبار سے اگر ان کی قومی، وطنی اور سیاسی شاعری کا جائزہ لیا جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ صرف عنوانات ہی کے لئے کئی صفحے درکار ہونگے ۔ امیر حسن نورانی نے اپنی کتاب « اردو کے چاند تارے » میں لکھا ہے : «ہندوستان کی تحریک آزادی کے لئے جن شعراء کی قلمی خدمات تاریخ میں سنہری حرفوں میں لکھے جانے کے قابل ہیں ان میں سیماب کا نام کافی اہمیت رکھتا ہے ۔ »

ملک کی تقسیم سے پہلے انڈین پریس، الہ آباد سے « کرشن گیتا » کے نام سے سیماب کی نظموں کا ایک خوبصورت مجموعہ شائع ہوا تھا ۔ اس میں

سری کرشن مہاراج پر گیارہ نظمیں ہیں، اس کی تمہید میں سیماب لکھتے ہیں :
« مجھے ہندو مذہب کے قدیم اوتاروں میں سری کرشن سے بڑی عقیدت و محبت ہے » اس کے بعد وہ اپنی عقیدت کے کئی اسباب بتاتے ہیں، ان میں پانچواں سبب قابل غور اور بہ طور خاص قابل ذکر ہے، وہ لکھتے ہیں :

« ایسی نظموں سے میں متحدہ قومیت کے لئے رواداری اور بے تعصبی کی ہندوستان میں بنیاد رکھ رہا ہوں ۔ »

سیماب نے گیتا کا باقاعدہ مطالعہ کیا اور حضرت میرزا مظہر جان جاناں اور مولانا حسرت موہانی کی طرح انہیں بھی سری کرشن کی ذات میں ایک نبی کی صفات نظر آئیں ۔ سری کرشن پر اُن کے یہ چار شعر ملاحظہ ہوں :—

پیمبروں کی کبھی رسم کی ادا اُس نے
گوالا بن کے کبھی سبزہ زار سے کھیلا

بہا دئے کبھی ٹھوکر سے پریم کے چشمے
کبھی جمن، کبھی گنگا کی دھار سے کھیلا

کرو تلاش وہی بانسری، نوا جس کی
ہزار فتنے فنا کر کے بھی فنا نہ ہوئی

کرو تلاش وہی بانسری، جو متھرا میں
بنی رہی دم عیسیٰ، کف کنھیا میں

بھگوت گیتا کے ادھیائے ۴ کو سیماب نے اس طرح نظم کیا ہے —

جب مذہب پر زد آتی ہے * اور دہریت بڑھ جاتی ہے
جب روح پہ غفلت چھاتی ہے * اور مادیت انگڑاتی ہے

اُس وقت میں پیدا ہوتا ہوں

جب ظلم کا ہوتا ہے چرچا * مٹتی ہے جہاں سے رسم وفا
جب مذہب اور صداقت کا * احساس نہیں کرتی دنیا

اُس وقت میں پیدا ہوتا ہوں

سیماب کے مجموعۂ نظم «کار امروز» میں پہلا فارسی قطعہ خدا کی شان میں ہے، دوسرا رسول اللہ ﷺ کی شان میں، پھر پانچ نظمیں ہیں۔ اسکے بعد جو نظم ہے وہ سری کرشن ہی پر ہے۔ اسی مجموعے میں مہاتما بدھ پر بھی ایک بڑی خوبصورت اور فکرانگیز نظم ہے، اس کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

علم و عرفانِ الٰہی کی شہادت تو نے دی
غور کرنے کی دلِ انساں کو دعوت تو نے دی

بند آنکھیں کرکے اس دنیا کے مکروہات سے
تو نے حاصل کی ضیائے دل تجلیات سے

دے کے تعلیم آلوہیت زبانِ کفر میں
تو نے مذہب کی بنا ڈالی جہانِ کفر میں

روشنی جس کی نہ ہوگی ماند وہ مشعل ہے تو
سرزمین ہند کا «عرفانیٔ اول» ہے تو

«کار امروز» کی ایک طویل نظم، «بساط سیاست» ہے۔ اس میں جہاں سکندر، قیصر روم، خالد بن ولید، صلاح الدین ایوبی، نپولین، لینن، رضا شاہ پہلوی، ڈی ولیرا وغیرہ کی سیاسی سرگرمیوں کے تاریخی اتار چڑھاؤ کا تجزیہ کیا ہے وہیں ہندوستانی سیاق و سبق میں تلک، سی۔ آر۔ داس، مہاتما گاندھی، مولانا محمد علی، حسرت موہانی، اجمل خاں، سروجنی نائیڈو، ابوالکلام آزاد وغیرہ پر بھی نظمیں ہیں۔ ان بزرگ سیاسی شخصیتوں کی سرگرمیوں کا گہری نظر سے جائزہ لیا گیا ہے۔ اس نظم کا تکملہ پنڈت جواہر لال نہرو پر ہوتا ہے۔ نظم سنہ ۱۹۴۳ع کی ہے۔ جواہر لال نہرو پر نظم کے چار شعر سنئیے:

تھک گیا راہ طلب میں چلتے چلتے کارواں
وقت بولا، ہے ابھی تحریک آزادی جواں

شمع منزل تھی بہ قدر سوز پروانہ طلب
تھا ابھی دشت جنوں افروز دیوانہ طلب

کارواں واماندگی سے جب نظر آیا خموش
آگیا لبیک کہہ کر اک جوان سرفروش

روح آزادی جوانانِ وطن میں پھونک دی
آگ اس کے سوز نے صحنِ چمن میں پھونک دی

سیماب، جواہر لال نہرو کو «نوید منتظر» کہہ کر اس طرح خطاب کرتے ہیں :—

اے نوید منتظر ویرانیٔ محفل میں آ
شمع منزل بن کے ظلمت خانۂ منزل میں آ

آزادی کی تحریک اور ہندوستان کی تعمیر میں پنڈت جواہر لال نہرو کا جو زبردست حصہ رہا ہے اس سے سب واقف ہیں۔ یہ سیماب کا گہرا سیاسی شعور تھا کہ ان کی نگاہیں جواہر لال پر آکر مرکوز ہوگئیں۔ سیماب کے پنڈت موتی لال نہرو سے بڑے گہرے مراسم تھے۔ وہ سیماب کی بڑی قدر کرتے تھے۔ «آنند بھون» میں سیماب اور ساغر اکثر مدعو ہوتے تھے۔ سیماب کے اسی مجموعے میں «بسنت» «ہولی» اور جودھا بائی کے مندر پر بھی مختصر نظمیں ملتی ہیں۔

سیماب کے دوسرے مجموعے «ساز و آہنگ» میں قومی، وطنی اور سیاسی نظموں کا نہایت عمدہ انتخاب ہے۔ ان میں ہندوستانیت اور قومی یک جہتی کے بڑے دلکش نمونے ملتے ہیں۔ گرو نانک، ہولی، دیوالی، بسنت، عید پر نظمیں ہیں۔ ایک نظم کا عنوان «کانگریس سے خطاب» ہے۔ ان سب میں قومیت، وطنیت اور سیاست کے گہرے جذبات جھلکتے ہیں۔ یہ نظمیں سیماب کی آزادیٔ فکر کا اعلیٰ نمونہ ہیں۔ ان میں اصلاح حال کی کوشش بھی ہے اور تڑپ بھی۔ زیادہ تر نظمیں سنہ ۱۹۳۷ع تک کی ہیں جو زبردست سیاسی خلفشار کا زمانہ تھا۔ سیماب نے اپنے اس دور کی نظموں میں غیر معمولی عزم و استقلال اور حوصلہ مندی کا پیغام دیا ہے۔

سیماب کا تیسرا اور آخری مجموعہ « شعر انقلاب » تو واقعی انقلاب آفریں ہے۔ اس میں غالباً سنہ ۱۹۳۰ سے ۱۹۴۷ء تک کی نظمیں شامل ہیں۔ اگر ان ۶۹ نظموں کا تجزیہ کیا جائے تو اُس دور کے لرزتے ہوئے ہندوستان، دوسری جنگ عظیم، تحریک آزادی کا ہنگامہ اور ان سب سے پیدا شدہ اضطرابی کیفیات کی واضح تصویریں ہمارے سامنے اُبھر جاتی ہیں۔

میں سیماب کو ایک بڑا قومی شاعر سمجھتا ہوں۔ ان کا شعری سرمایہ ہندوستان کا قیمتی ورثہ ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ قومی شاعر کی حیثیت سے سیماب پر کام ہو، اُن کی قومی اور وطنی نظموں کا انتخاب ہندی میں بھی شائع ہو۔ میں اپنی بات نسیم قریشی کی اس رائے پر ختم کرتا ہوں :

« سیماب ایک سچے وطن پرست اور عظمت مشرق کے دل دادہ ہیں۔ ان کے شعری ترانوں میں وطن پرستی کے جذبات اعلیٰ انسانی تصور میں ڈوب کر ظاہر ہوتے ہیں۔ سیماب وطنیت اور انسانیت کو ایک رشتۂ وحدت میں پرو دیتے ہیں »۔

میں سیماب اکادیمی کے اس جلسے کا افتتاح کرتے ہوئے دلی مسرت محسوس کرتا ہوں اور اس کے ساتھ بمبئی کے تمام اردو دوستوں اور ادب نوازوں سے میری درخواست ہے کہ وہ اس اکادیمی کی امداد و اعانت میں دل کھول کر حصہ لیں۔ میں اپنی طرف سے ارکان اکادیمی کو اپنے پورے پورے تعاون کا یقین دلاتا ہوں۔

شکریہ

• • •

H 5476 (1000—3-76)

Printed at the Government Central Press